خوارج
تاریخی پس منظر، عقائد اور روایت حدیث

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

ادیان سماویہ میں سے اسلام، واحد دین ہے جس کی جملہ تعلیمات حرف بحرف محفوظ ہوئیں اور تحریف و تغیر سے بالا تر رہ کر تسلسل کے ساتھ نسل در نسل امت مسلمہ تک پہنچ رہی ہیں اور یقیناً پہنچتی رہیں گی۔ اس منفرد دین کے دو بنیادی ماخذ "قرآن و حدیث" میں سے قرآن مجید کی لفظی صیانت و حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے نے اپنے ذمے لیا۔(۱) وہ اقوام عالم کے مختلف ناکام تحریفی حربوں کے باوجود اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ محفوظ ہے۔

دین اسلام کے دوسرے بنیادی ماخذ کو بھی جس حسن و خوبی اور کمال احتیاط کے ساتھ محفوظ کیا اس کی مثال پیش کرنا بھی ممکن نہیں۔

محدثین نے تمام تر تعصبات سے بالاتر ہو کر قبول حدیث کیلئے اتنے کڑے معیارات قائم کئے کہ ادیان عالم میں سے اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔

محدثین عظام حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہ کرتے تھے، بلکہ اس معاملے میں اگر کوئی خاص عزیز یا رشتہ دار ہو تو اس کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ امیرالمومنین فی الحدیث امام بخاری کے استاد علی بن المدینی نے اپنے والد پر تنقید کی۔(۲) اسی طرح اور محدثین کے متعلق بھی روایات ملتی ہیں۔(۳) اس معاملے میں محدثین بہت زیادہ محتاط تھے۔ ہر چند کہ جرح و تعدیل بہت نازک اور حساس کام ہے۔ مگر محدثین نے صحت حدیث کیلئے بلاخوف لومتہ لائم یہ فریضہ سرانجام دیا۔ امام ابن دقیق العید فرماتے ہیں۔ اعراض المسلمین حفرة من حفرة النار، وقف علی شفیرھا طائفتان من الناس: المحدثون و الحکام۔(۴) (مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے، جس کے کنارے لوگوں کے دو گروہ محدثین اور حکمران کھڑے ہیں۔)

امام بخاریؒ کا منہج تحدیث ذکر کرتے ہوئے جمال الدین قاسمی فرماتے ہیں، فخرج عن کل عالم صدوق ثبت من ای فرقتہ کان۔(۵) (انہوں نے ہر سچے اور ثقہ عالم سے احادیث بیان

کیں۔ خواہ وہ کسی فرقہ سے ہو) علمائے امت نے بخاری اور مسلم کا کسی راوی سے روایت کرنا اس کے ثقہ ہونے کا ثبوت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں' تعرف ثقۃ الراوی با لتنقیص علیہ من روایۃ او ذکرہ فی تاریخ الثقات او تخریج احد الشیخین لہ فی الصحیح و ان تکلم فی بعض من خرج لہ فلا یلتفت الیہ ۔(٦) (راوی کی ثقاہت کا علم نص قطعی سے ہوتا ہے یا اس کا تاریخ ثقات میں ذکر آنے سے ہوتا ہے' یا شیخین (بخاری و مسلم) کے صحیح میں روایت لانے سے ہوتا ہے۔ جس کی روایت کو ان کی صحاح میں لایا گیا۔ اس پر کلام بھی کیا گیا ہو تو وہ ناقابل التفات ہوگا۔ نیز امام ابوالحسن المقدسی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ایسا شخص جس سے بخاری و مسلم صحیحین میں روایت آگئی۔ ھذا جا وزا لقنطرۃ (یہ پل گزر گیا)۔ اس کے بعد لکھتے ہیں یعنی بذ لک انہ لا یلتفت الی ما قیل فیہ ۔(٧)(اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے متعلق جو کچھ کہا جائے گا' اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے گی)

روایت حدیث کے سلسلہ میں جہاں محدثین نے اہل سنت کو مختلف طبقات میں تقسیم کرکے معیار صحت پر پورا اترنے والے اشخاص کی کانٹ چھانٹ کی وہاں مبتدعہ (اہل سنت کے علاوہ تمام فرقے بشمول اہل تشیع' روافض' خوارج وغیرہ) میں سے میدان تحدیث کیلئے زندگی وقف کرنے والے لوگوں میں سے باصلاحیت اور قابل اعتماد افراد کو آٹے میں سے بال کی طرح نکال کر ان کی روایات کو اپنے دواوین میں فرعی حیثیت سے جگہ دی۔ انہی میں سے ایک گروہ "خوارج" ہے۔ محدثین نے دوران تدوین حدیث ان افراد کی وساطت سے پہنچنے والی احادیث کو جس معیار تحقیق پر پرکھا' ذیلی سطور میں ہم اس کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ بالخصوص رجال صحیح بخاری میں خوارج رواۃ کو زیربحث لایا جائے گا۔

لغوی و اصطلاحی تعریف:

خوارج کی تعریف اور وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال منقول ہیں۔ جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

القاموس المحیط میں ہے: الخوارج من اھل الا ھواء لھم مقالتہ علی حدۃ سموا بہ لخروجھم علی الناس(٨) (خوارج اہل بدعت میں سے ہیں۔ ان کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں۔ ان کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ انہوں نے عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی۔)

تاج العروس میں اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے کہ خارجی کے علاوہ ان کا نام حروریۃ بھی ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگوں دین، حق یا حضرت علی سے صفین کے بعد علیحدہ ہوگئے تھے۔(۹)، المنجد میں ہے کہ الخارجی من خالف السلطان و الجماعۃ و من اعتقد بمذھبہ الخوارج۔(۱۰) (وہ آدمی جو حکمران اور جماعت کا مخالف ہو اور خوارج کے مذہب کا عقیدہ رکھے خارجی کہلاتا ہے)۔ عبدالقاہر بغدادی نے صفین کے بعد حروراء مقام پر جمع ہونے کی وجہ سے "حروریۃ" اور لاحکم الااللہ کا نعرہ لگانے کی وجہ سے ان کا نام محکمہ بھی لکھا ہے۔(۱۱)

بغدادی نے "الفرق بین الفرق" میں محکمۃ کے ساتھ شراۃ کے نام سے بھی انہیں موسوم کیا ہے۔(۱۲) لغت اور عقیدہ کی دیگر کتب میں بھی ان کی تعریف اسی طرح سے کی گئی ہے اور یہی نام لکھے گئے ہیں۔(۱۳) احمد امین مصری نے خوارج کے لفظ کی وجہ تسمیہ حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت قرار دی اور کہا ہے کہ وہ اپنے نام کو خروج فی سبیل اللہ سے مشتق سمجھتے تھے اور اس ارشاد ربانی سے استناد کرتے تھے۔ "ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ ۔(۱۴)(جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے اپنے گھر سے نکلے پھر اس کو موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ تعالی پر لازم ہو جاتا ہے۔) احمد امین کہتے ہیں ان کا نام شراۃ بھی تھا۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ میں فروخت کر دیا ہو ان کے ہاں اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے، و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضاۃ اللہ ۔ (۱۵) بعض لوگ اپنے آپ کو اللہ کی رضا مندی کی خاطر فروخت کر دیتے ہیں۔)

اس لغوی اور اصطلاحی تعریف سے معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حکومت وقت سے الگ ہو گئے اور انھوں نے سمع وطاعت سے انکار کیا۔ اس وجہ سے ان کو خارجی یا باغی کہا جاتا ہے۔

ابتدائی تاریخ:

امت محمدیہ میں پہلے امام حق خود حضرت محمدؐ ہیں ۔ حضرت محمدؐ پوری کائنات میں امانت، دیانت، شرافت حیاء، عبادت، ریاضت، شجاعت، لیاقت اور حسن وجمال میں سب سے بڑھ کر تھے ۔ اس وجہ سے اللہ تعالی نے آپ کی زندگی کو لوگوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا

لیکن اس کے باوجود ایک بدبخت نے آنحضرتؐ پر اعتراض کیا۔ قرآن مجید میں ہے: و منہم من یلمزک فی الصدقت ۔ (۱۷) (ان میں سے بعض لوگ آپ کے صدقہ تقسیم کرنے پر آپ پر الزام لگاتے ہیں)۔ امام بغوی نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے۔ یہ آیت ذوالخویصرة کے بارے میں اتری جس کا نام حرقوص بن زہیر تھا جو اصل الخوارج (خوارج کا بانی) تھا۔ (۱۸) حضرت ابو سعید خدری سے معالم التنزیل میں روایت ہے آنحضرتؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں کہ بنو تمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرة نامی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ: انصاف کیجئے ۔ فرمایا تمہارا برا ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ نا انصافی کی صورت میں میں نقصان اور خسارے میں ہونگا۔ حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ مجھے اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے ساتھی ایسے لوگ ہونگے کہ تم میں سے بعض ان کی نماز دیکھ کر اپنی نماز کو حقیر سمجھیں گے اور ان کے روزوں کو دیکھ کر اپنے روزوں کو حقیر سمجھیں گے۔ وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا ۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔(۱۹)

یہ پورا واقعہ مزید تفصیل سے صحیح بخاری میں موجود ہے ۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ انکی نشانی یہ ہوگی کہ جب یہ لوگ رونما ہوں گے تو ان میں ایک شخص ہو گا جس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح یا حرکت کرتے ہوئے گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گا ۔ یہ لوگ اس وقت ظاہر ہونگے جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑی ہو گی ۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث آنحضرتؐ سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے (توان میں) ان کو قتل کیا ۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا ۔ اس شخص کو تلاش کرکے لایا گیا ۔ اس کی شکل وہی تھی جو آنحضرتؐ نے فرمائی تھی۔(۲۰) علامہ شہرستانی نے اس حدیث کو نقل کرکے لکھا ہے ' و ذلک خروج صریح علی النبیؐ(۲۱) (یہ آنحضرتؐ کے خلاف واضح بغاوت تھی)۔

آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے دور میں انکی خاص کارروائی نظر نہیں آتی ۔ عبداللہ بن سبا حضرت عمر فاروق کے دور میں اسلام لایا لیکن وہ انکے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے کوئی جرات نہ کر سکا ۔ لیکن بعد ازاں یہی لوگ حضرت عثمان کی

شہادت کا سبب بنے ۔ (۲۲) باقاعدہ طور پر ان کا ظہور حضرت علی کی فوج میں ہوا ۔ جنگ صفین میں حضرت علی تحکیم پر راضی نہ تھے ۔ لیکن ان لوگوں نے حضرت علی کو مجبور کیا جب حضرت علی اس معاہدہ پر متفق ہوئے تو یہ لوگ الگ ہو گئے ۔ (۲۳)

علامہ شہرستانی نے اس کے متعلق لکھا ہے حضرت علی جنگ بند نہیں کرنا چاہتے تھے مگر اس گروہ کے سرغنہ اشعث بن قیس الکندی ' مسعود بن فدکی التمیمی اور زید بن حصین الطائی آکر حضرت علی سے کہنے لگے القوم یدعوننا الی کتاب اللہ و انت تدعونا الی السیف۔(۲۴) (یہ لوگ ہمیں کتاب اللہ کی دعوت دیتے ہیں لیکن آپ ہمیں تلوار کی طرف بلاتے ہیں)۔ جب حضرت علی نے ان کی بات مان لی تو یہی لوگ آپ سے الگ ہو گئے۔ اور اپنی نادانی کی بنا پر اسی پر اعتراض شروع کردیئے۔ حضرت علی پر ان کو تین اعتراض تھے۔ صلح کرتے ہوئے انھوں نے اپنے نام سے امیرالمومنین کا لفظ کیوں کٹوایا' تحکیم کو کیوں پسند کیا۔ حضرت عائشہ کے ساتھیوں کو جنگ جمل کی فتح کے بعد غلام کیوں نہیں بنایا۔(۲۵) ابن عبدالبر نے لکھا ہے حضرت ابن عباس نے حضرت علی کی اجازت سے ان کو سمجھایا۔ وہ (ابن عباس) ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دینی معاملات میں بہت متشدد تھے۔ ان کے چہرے مسلسل بیداری سے زرد اور پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات تھے۔ یہ لوگ حضرت ابن عباس کو دیکھ کر خوش ہوتے کہ ابن عم الرسول آئے ہیں۔ ابن عباس نے ان سے علیحدگی کے اسباب پوچھے تو مذکورہ تینوں اعتراضات بیان کئے۔ فرمایا جہاں تک آدمیوں کو منصف بنانے کا تعلق ہے اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں۔ یاایہا الذین امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتلہ منکم متعمدا" فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ۔(۲۶)(اے اهل ایمان احرام کی حالت میں شکار نہ کرو جو تم میں سے عمدا" ایسا کرے گا تو اس کا فدیہ اس قسم کا جانور دینا ہے۔ تم میں دو صاحب عدل اس کا فیصلہ کریں گے۔) بیوی اور اس کے خاوند کے متعلق ارشاد ہے ۔ "وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما" من اہلہ و حکما" من اہلہا "۔ (۲۷) (اگر ان کے متعلق مخالفت کا ذکر ہو تو خاوند اور بیوی کے اهل میں سے یکایک منصف مقرر کرو)۔ فرمایا احرام اور عورت کا معاملہ زیادہ اہم ہے یا مسلمانوں کی آپس میں صلح کرانی بہتر ہے ۔ سب نے کہا مسلمانوں کا معاملہ اہم ہے ۔ فرمایا میں نے آپ کی اس بات کا جواب دے دیا ۔ سب نے کہا ہاں ' پھر فرمایا جہاں تک امیرالمومنین کے لفظ کو مٹانے کا تعلق ہے

آنحضرتؐ جب ابوسفیان اور سہیل بن عمرو سے حدیبیہ کا معاہدہ طے کر رہے تھے تو آپ نے حضرت علی سے کہا علی لکھو' ھذا ماصالح علیہ محمد رسول اللہ تو انہوں نے اس کو نہ مانا۔ آنحضرتؐ نے رسول کا لفظ صلح کرانے کے لئے کٹوا دیا۔ وہ اس بات کو بھی مان گئے۔ پھر فرمایا جہاں تک قیدی بنانے کا تعلق ہے کیا آپ اپنی ماں کو قیدی بنانا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا کرتے ہو تو تم مسلمان نہیں ہو۔ اگر کہتے ہو وہ تمہاری ماں نہیں ہے پھر بھی تم مسلمان نہیں ہو۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا۔ اس طرح سے دو ہزار آدمی ان میں سے الگ ہو کر حضرت علی کی طرف لوٹ گئے باقی اپنے مقام پر قائم رہے۔(۲۸) ان لوگوں سے حضرت علی نے نہروان کے مقام پر جنگ کی جس میں ان کی کافی تعداد قتل ہوگئی۔ (۲۹) یہ اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے آخر انہوں نے حضرت علی ' حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت علی کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص بچ گئے۔(۳۰)

خوارج یہ حضرت معاویہ کے دور میں سر اٹھاتے رہے لیکن ۴۳ ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کافی حد تک ان کا قلع قمع کر دیا ۔ (۳۱) بعد ازاں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بڑی حکمت کے ساتھ ان کو سمجھانے کی کوشش کی ۔ ان کو خطوط لکھے ۔ اپنے پاس بلایا ۔ ان میں سے کافی لوگ تائب ہوگئے اور باقی ان کی سیرت سے متاثر ہونے کے سبب خاموش رہے۔(۳۲)

بعد ازاں یہ لوگ بنو امیہ اور بنو عباس کی خلافت کے مختلف ادوار میں ظہور پذیر ہوتے رہے ۔ (۳۳) اور خلفاء کے لئے مشکلات کا باعث بنتے رہے ۔ اب ان کے ہم خیال عمان میں موجود ہیں جو اباضیہ کے نام سے معروف ہیں ۔ یہ لوگ عام خوارج سے معتدل ہیں ۔

خوارج کے مشہور فرقے:

خوارج کے بہت سے فرقے ہیں، ان میں سے درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ ازارقہ : نافع بن ازرق کے پیروکار ہیں۔
۲۔ نجدیہ : نجدہ بن عامر حنفی کے متبع ہیں (نجدات)
۳۔ بیہسیہ : ابو بیہس بن جابر کے اصحاب ہیں۔
۴۔ اباضیہ : عبداللہ بن اباض التمیمی کے متبع ہیں۔
۵۔ صفریہ : زیاد بن اصفر کے متبعین ہیں۔ (۳۴)

خصوصی اوصاف:

یہ لوگ تمام نقائص کے باوجود بعض اوصاف کے حامل تھے۔ چند اوصاف درج ذیل ہیں۔

۱۔ فصاحت و بلاغت طلاقت لسانی اور خوش الحانی ان کا خصوصی وصف تھا۔ اسی وجہ سے لوگ ان سے متاثر ہو جاتے تھے

۲۔ جدل و مناظرہ۔ شعر و شاعری اور ادیبانہ اقوال و آثار ان کا محبوب مشغلہ تھا مہلب بن ابی صفرہ اور قطری بن فجاۃ کے مابین جنگ ہوئی جنگ بند کر کے امن اور سکون سے باہم دینی مسائل پر بحث و تمحیص کرتے رہے۔

۳۔ کتاب و سنت پر تمسک کرنے پر زور دیتے تھے۔ اس کے معنی کی گہرائی تک نہ جاتے تھے۔ (۳۷)

۴۔ عابد و زاہد تھے۔ عبادت بہت انہماک سے کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے جب ان سے ملاقات کی تو واپس آکر ان کی عبادت کی تعریف کی تھی۔ (۳۸)

۵۔ عقیدہ کے دفاع کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے تھے اور عقیدہ کے لئے مخلص تھے۔ (۳۹)

مخصوص اعتقادات:

۱۔ خلیفہ کا آزادانہ اور منصفانہ انتخاب ہو۔ جب عدل سے انحراف کرے تو اس کو معزول

کر کے قتل کر دیا جائے ۔

۲۔ خلافت کسی عرب یا قریشی سے مخصوص نہیں ہے ۔

۳۔ عجمی خلیفہ بہتر ہے اس لئے کہ انحراف کی صورت میں اسے قتل کرنا آسان ہے۔

۴۔ ہر گناہ گار کو کافر سمجھتے تھے خواہ گناہ ارادۃ ہو غلط فہمی سے ہو یا اجتہادی خطاء سے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ حضرت علی کو تحکیم کے معاملہ میں کافر کہتے تھے۔ (۴۰)

اھل سنت سے ان کے اختلافات :

۱۔ باہمی اختلاف کے باوجود خوارج کے تمام فرقے حضرت علی حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ کی تکفیر کرتے تھے۔ (۴۱)

۲۔ نجدات کے علاوہ ان کے تمام فرقے کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر سمجھتے ہیں۔ (۴۲) جب کہ اہل سنت کے ہاں مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔

۳۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو موسی الاشعری کو حکم مقرر ہونے کی وجہ سے کافر سمجھتے ہیں۔ (۴۳)

۴۔ عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں ۔ (۴۴)

۵۔ سلطان جابر کے خلاف بغاوت کو واجب سمجھتے ہیں ۔ (۴۵)

۶۔ خلیفہ کا غیر قریشی ہونا بہتر سمجھتے ہیں ۔ اس بناء پر انھوں نے عبداللہ بن وھب الراسبی کو اپنا امیر مقرر کیا جو کہ قریشی نہ تھا۔ (۴۶)

اسلام میں کبائر کا تصور اور خوارج :

اسلام نے ارادۃً کیے جانے والے جرائم کو دو اقسام میں منقسم کیا ہے ۔ صغائر اور کبائر۔ کبائر میں وہ جرائم داخل ہیں جن کا کبیرہ ہونا منصوص ہو یا جن کے مرتکب کو حد، جہنم لعنت یا غضب الہی کی وعید سنائی گئی ہو۔ (۴۸) ان کے علاوہ تمام جرائم کو صغائر میں شمار کیا گیا ہے۔ (۴۹) کبائر کے بارے میں اھل سنت و الجماعت (جملہ فرق) کا نظریہ یہ ہے کہ ان کے ارتکاب سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ۔ البتہ توبہ کے بغیر یہ گناہ معاف نہیں ہو سکتے ۔ بلا توبہ فوت ہونے والا مسلمان جہنم میں سزا پانے کے بعد جنت میں داخل

ہو سکے گا۔(۵۰)

جب کہ اس کے برعکس خوارج کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ دائرہ اسلام سے خارج اور ابدی جہنمی ہے ۔ چنانچہ علامہ شہرستانی ان کی کئی چیزوں کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔ ویکفرو ن اصحاب الکبائر ۔(۵۱) (کبیرہ کے ارتکاب کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں) ان کے ایک فرقے ازارقہ کے متعلق فرماتے ہیں: اجتمعت الازارقۃ علی ان من ارتکب کبیرۃ من الکبائر کفر کفر ملۃ خرج بہ عن الاسلام جملۃ و یکون مخلدا فی النار مع سائر الکفار۔(۵۲) (ازارقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ ایسے کفر کا مرتکب ہوا جس سے آدمی مکمل طور پر اسلام سے خارج ہو جائے اور تمام کفار کے ساتھ ہمیشہ جہنم میں رہے گا)۔

عجاردہ کے متعلق لکھتے ہیں: ویکفرون بالکبائر ۔(۵۳) (اصحاب کبائر کو کافر سمجھتے ہیں)۔ ان میں سے یزیدیہ اور بھی متشدد ہیں وہ مستوجب حدود کو خواہ وہ خوارج میں سے ہو یا عام مسلمان کافر اور مشرک سمجھتے ہیں ۔ اسی طرح صغیرہ اور کبیرہ گناہ کا مرتکب بھی ان کے ہاں مشرک ہے۔(۵۴)

امام ابن حزم ان کے ایک فرقہ مکرمیہ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں : من اتی کبیرۃ فقد جھل اللہ تعالی فھو کافر لیس من اجل الکبیرۃ کفر لکن لانہ جھل اللہ عزو جل فھو کافر بجھلہ باللہ تعالی ۔ (۵۵) (جس نے کبیرہ کا ارتکاب کیا یہ اللہ سے جاہل ہو گیا ۔ وہ کافر ہے لیکن کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالی سے جاہل ہونے کی وجہ سے لہذا وہ اللہ تعالی سے لاعلم ہونے کے باعث کافر ہے)۔

کذب بیانی سے متعلق خوارج کا موقف :

کذب بیانی کا کبیرہ ہونا نصاً ثابت ہے چنانچہ حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے کبائر کا ذکر فرمایا : الشرک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس و قول الزور ۔ (۵۶) (اللہ کے ساتھ شریک کرنا ۔ والدین کی نافرمانی قتل نفس اور جھوٹ)۔

لیکن مذکورہ بالا اختلاف کے باعث خوارج نے اس کے متعلق متشددانہ موقف اختیار کیا ہے ۔ چنانچہ نجدات کے قائد نجدہ بن عامر الحنفی کا قول ہے :

من کذب کذبۃ صغیرۃ او کبیرۃ أو أصر علیھا فھو شرک (۵۷)
(جس نے چھوٹا یا بڑا جھوٹ بولا یا اس پر اصرار کیا وہ مشرک ہے)

امام ابن حزم نے ان کے ایک فرقے نجدات کے متعلق لکھا ہے : من کذب کذبۃ صغیرۃ او عمل عملا" صغیرا فأصرّ علی ذلک فھو کافر مشرک ۔(۵۸) (جس نے چھوٹا جھوٹ بولا یا چھوٹا (برا) عمل کیا اور اس پر اصرار کیا وہ کافر و مشرک ہے)۔

المبرد نے لکھا ہے : الخوارج فی جمیع اصنافھا تبراء من الکاذب و من ذی المعصیتہ ۔(۵۹) (خوارج کے تمام فرقے جھوٹے اور معصیت کرنے والے سے برات کا اظہار کرتے ہیں)۔

اسلام نے کذب بیانی کو کبیرہ گناہ میں سے شمار کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے لیکن روایت حدیث کے معاملہ میں اس کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ (۶۰) (جس نے عمدا" میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کر لے)۔

ملا علی القاری نے حافظ سیوطی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ایک سو سے زیادہ صحابہ نے بیان فرمایا ہے ' اس کے بعد مفصل طور سے طرق کو ذکر کیا ہے۔ (۶۱) نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے ان ا افری الفری من قولنی مالم اقل و من اری عینیہ مالم تری و من ادعی الی غیرابیہ ۔ (۶۲) (سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی آدمی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو یا اپنی آنکھوں کو ایسی چیز دکھانے کا دعویٰ کرے جو انہوں نے نہ دیکھی ہو (جھوٹا خواب بیان کرنا) یا کسی غیر باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے)۔

ملا علی القاری نے سیوطی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اھل سنت کے نزدیک کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کفر نہیں ہے مگر آنحضرتؐ کی ذات پر جھوٹ کفر ہے۔(۶۳)

مندرجہ بالا حدیث کے پیش نظر جب ہم خوارج کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عام جھوٹ کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اس کے مرتکب کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں ۔ پھر آنحضرتؐ کی ذات سے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں۔

محدثین نے اصول روایت حدیث وضع کرتے ہوئے کسی راوی کی ثقاہت کے لئے صدق مقال کو اس قدر اہمیت دی کہ وہ عام باتوں میں کذب بیانی سے کام لینے والے شخص سے بھی اخذ روایت میں اجتناب کرتے۔ چنانچہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ " حدثنا احمد بن سنان قال: کان عبدالرحمن بن مهد ی لایترک حدیث رجل الا متهم بالکذ ب او رجلا" الغالب علیہ الغلط۔ (٦۴) (احمد بن سنان نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مهدی کسی آدمی کی حدیث چھوڑتے تو اس کا سبب یہ ہوتا کہ وہ آدمی متہم با لکذب ہو یا زیادہ اغلاط کا مرتکب ہوتاہو)۔

امام شافعی فرماتے ہیں: لا ینبغی لا حد ان یحدث عنہ الاعمن یثق بخبرہ و یرضی دینہ و امانتہ لأنها دیانتہ۔(٦۵) (آنحضرتؐ کی حدیث صرف ایسے شخص سے لی جائے جس کے ثقہ ہونے کا یقین ہو اور اس کا دین و امانت پسندیدہ ہو کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے)۔

امام شافعی ہی حدیث نبوی: حدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج و حدثوا عنی ولاتکذبوا علی۔(٦٦) (بنی اسرائیل کی روایات بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں میری احادیث بھی بیان کرو، لیکن میری ذات پر جھوٹ نہ باندھو)۔ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: لا نتقبل حدیثا" الا من ثقتہ و نعرف صد ق من حمل الحدیث من حین ابتد ی الی ان یلبغ بہ منتهاہ۔(٦٧) (ہم صرف ایسے آدمی سے حدیث اخذ کرتے ہیں جو ثقہ (بااعتماد) ہو۔ اس کی نقل روایت کی صداقت ابتداء سے انتہا تک معروف ہو)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ محدثین سخت ترین مرتبہ اکذب الناس (سب لوگوں سے جھوٹا) کو دیتے ہیں اور اس سے کم دجال، وضاع اور کذاب کو شمار کرتے ہیں، اور ان کی روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ متہم با لکذب راوی سے بیان کردہ روایت کو بھی ناقابل اعتماد قرار دے کر "متروک" کا نام دیتے ہیں۔(٦٨)

محدثین نے اپنی اس شرط میں اہل سنت و الجماعت کے علاوہ فرق کی وساطت سے پہنچنے والی روایات کے لئے اور بھی سختی پیدا کر دی ہے تاکہ حدیث رسولؐ کے اس صاف و شفاف چشمے کو کسی صورت بھی مکدر نہ ہونے دیا جائے چنانچہ محمود زمجی لکھتے ہیں:

و اجمعوا علی عدم قبول روایتہ المتبدع اللذی یستحل الکذب فی نصرۃ مذ هبہ او لاهل مذ هبہ۔ (٦٩) (محدثین کا ایسے بدعتی کی عدم قبول روایت پر اجماع ہے جو اپنے مذہب یا

مذہب والوں کی نصرت کے لئے جھوٹ کو جائز سمجھتا ہو)۔

خوارج کے متعلق ذکر ہو چکا ہے کہ وہ کذب بیانی کو کبیرہ گناہ قرار دیتے ہیں اور کبیرہ کا مرتکب ان کے ہاں دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ۔ محدثین نے ان کی اس انتہاپسندی کے باعث ان کی وساطت سے پہنچنے والی روایت کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی امام ابو داؤد کا یہ قول نقل فرماتے ہیں : لیس فی اصحاب اهل الاهواء اصح حدیثا من الخوارج ثم ذکر عمران بن حطان و ابا حسان الاعرج - (۷۰) (اهل هواء (بدعت) میں سے خوارج سے بڑھ کر صحیح احادیث بیان کرنے والا کوئی نہیں ہے - پھر انھوں نے عمران بن حطان اور ابو حسان الاعرج کا ذکر کیا)۔

خطیب بغدادی ہی خوارج کی روایات قبول کرنے کے متعلق لکھتے ہیں : والذی یعتمد علیه فی تجویز الاحتجاج باخبار هم اشتهر من قبول الصحابته اخبار الخوارج و شهاد اتهم و من جری مجراهم من الفساق بالتاویل ثم استمرار عمل التابعین و الخالفین بعد هم علی ذلک لما رأوا من تحریهم الصد ق و تعظیم الکذب و حفظهم انفسهم عن المحظورات من الافعال و انکارهم علی اهل الریب و الطرائق المذ مو مته ورفایاتهم الاحادیث التی تخالف اراٗهم و یتعلق بها مخالفوهم فی الاحتجاج علیهم فاحتجوا روایته عمران بن حطان و هو من الخوارج - (۷۱) (صحابہ کرام کے خوارج اور اس قسم کے دیگر فاسق لوگوں کی روایات و شہادات کو جائز سمجھنے اور بعد ازاں تابعین اور تبع تابعین کے اس پر عمل کرنے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ سچائی کے متلاشی تھے ۔ جھوٹ کو برا سمجھتے تھے اور ان چیزوں کا ارتکاب نہ کرتے تھے جن سے بچنا چاہیے ۔ نیز شکوک و شبہات پیدا کرنے والے اور مذموم نظریات اپنانے والے لوگوں کی تردید کرتے تھے یہ لوگ (خوارج) ایسی احادیث بیان کرتے تھے جو ان کے نظریات کے خلاف ہوں بلکہ ان کے مخالف دلیل کے طور پر ان کی مخالفت میں پیش کرتے مثلاً" انھوں (محدثین) نے عمران بن حطان کی روایت اس کے خارجی ہونے کے باوجود قبول کی)۔

امام بن اصلاح فرماتے ہیں : اعتمد هم بعض ائمته الحدیث کالبخاری فقد احتج بعمران بن حطان و هو من الخوارج لاسیّما اذا علمت ان الخوارج یحکمون بکفر من یکذب لان مرتکب الکبیرة کافر فی نظرهم والکذب من الکبائر(۷۲) (بعض ائمہ حدیث نے ان کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔ مثلاً" امام بخری نے عمران بن حطان سے روایت کیا ہے حالانکہ وہ

خارجی تھے خاص کر اس وجہ سے جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ خوارج جھوٹ بولنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں کیونکہ مرتکب کبیرہ ان کے خیال میں کافر ہے اور جھوٹ کبیرہ گناہ ہے)۔

امام ابن تیمیہؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں لیسوا ممن یعتمد الکذب بل هم معروفون بالصد ق حتی یقال ان حد یثهم من اصح الحدیث لکنهم جهلوا و ضلوا فی بد عتهم و لم تکن بدعتهم عن زند قته والحاد بل عن جهل و ضلال فی معرفته معانی الکتاب۔ (۷۳) (یہ لوگ عمداً جھوٹ نہ بولتے تھے ۔ بلکہ سچائی میں معروف تھے ' اس بناء پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان کی احادیث زیادہ صحیح ہیں لیکن وہ لوگ جاہل تھے اور بدعت میں بھٹک گئے تھے ' لیکن ان کی بدعت زندقہ اور الحاد کی وجہ سے نہ تھی ۔ بلکہ کتاب اللہ کے معنی کے فہم میں جہالت اور ضلالت کی وجہ سے تھی) ۔

محمد ابو زہو " خوارج اور وضع حدیث " کے عنوان کے تحت ان کی صداقت ' بہادری اور عدم تقیہ جیسے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ : یہ تمام عوامل خوارج کے لئے حدیث میں جھوٹ کی قلت کا ثبوت ہیں ۔ جب کہ دیگر فرق میں ایسا نہ تھا ۔ (۷۴)

محمود زجی نے محدثین کے ہاں ان کی روایت کے قبول کرنے کے دو سبب بیان کئے ہیں ۔

۱۔ خوارج کی بدعت کتاب و سنت سے جہالت اور تاویل کا نتیجہ تھا ۔

۲۔ خوارج عام گفتگو میں سچے تھے اور جھوٹ کو حرام سمجھتے تھے ۔ پھر آنحضرتؐ کی احادیث کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر ہے ۔ (۷۵)

کتب موضوعات میں زنا دقہ اور روافض کی وضع کردہ روایات تو ملتی ہیں لیکن خوارج کی روایات نہیں ملتیں ۔ صرف دو روایات ایسی ہیں جن کی نسبت خوارج کی طرف کی گئی ہے اور وہ دونوں محل نظر ہیں ۔

پہلی روایت :

عن ابی الهیعته قال سمعت شیخا من الخوارج و هو یقول : ان هذه الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذونه دینکم اناکنا اذا هوینا امرا صیرناه حدیثا ۔ (۷٦) (ابن الهیعته)سے روایت ہے کہ میں نے خوارج کے ایک شیخ سے سنا کہ یہ احادیث دین ہیں آپ دیکھ لیا کریں

کہ اپنا دین کن سے لیتے ہیں ۔ ہم جب کسی کام کو پسند کرتے تو اس کے متعلق حدیث گھڑ لیتے)۔

اس حدیث کے متعلق محدث شام ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی فرماتے ہیں ۔ قدیم و جدید مؤلفین اسی طرح لکھتے رہے ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود مجھے ایک حدیث بھی ایسی نہ ملی جو کسی خارجی نے وضع کی ہو۔ میں نے موضوعات کی کتب میں بہت تلاش کیا ۔ مجھے ایک خارجی بھی نہ ملا جسے کذاب یا وضاع شمار کیا گیا ہو۔ گزشتہ روایت جس میں ایک خارجی شیخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں وہ کون تھا۔ حماد بن سلمہ نے ایک ایسی ہی روایت ایک رافضی شیخ سے نقل کی ہے جو گزر چکی ہے۔ (۷۷) اس لئے اس روایت کی نسبت غلط ہی کیوں نہ سمجھی جائے بالخصوص اس صورت میں کہ ہمیں خوارج کی وضع کردہ ایک حدیث بھی نہیں ملی۔ (۷۸)

دوسری روایت :

عبدالرحمٰن بن مھدی سے منقول ہے کہ زنادقہ اور خوارج نے یہ حدیث وضع کی ہے۔

اذا اتاکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافق کتاب اللہ فانا قلتہ ۔ (۷۹) (جب تمہارے پاس کوئی حدیث آئے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو۔ اگر کتاب اللہ کے موافق ہو تو میں نے کہی ہوگی)۔

ڈاکٹر سباعی فرماتے ہیں' "عبدالرحمٰن بن مھدی" کا قول ہے کہ "یہ حدیث خوارج اور زنادقہ کی وضع کردہ ہے۔" میں نہیں سمجھتا کہ اس قول کی نسبت موصوف کی طرف درست ہو۔ کیونکہ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس میں پتہ نہیں چلتا کہ اس کا واضع کون ہے؟ کب وضع کیا گیا ہے؟ علاوہ ازیں اس امر سے ہمارے شک میں اور بھی اضافہ ہوتا ہے کہ ایک حدیث کو وضع کرنے کی نسبت خوارج اور زنادقہ دونوں کی طرف ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ دونوں (خوارج اور زنادقہ) اس کے وضع کرنے پر کیسے متفق ہوئے؟ نیز یہ کہ دونوں فرقوں نے ایک ہی وقت میں وضع کیا یا ایک نے پہلے اور دوسرے نے بعد میں۔ عبدالرحمٰن بن مھدی کے علاوہ دیگر علماء نے اسے صرف زنادقہ کی طرف منسوب کیا ہے۔(۸۰)

آخر میں نتیجہ بحث ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

لقد حاولت ان اعثر علی دلیل علمی یوید نسبتہ الوضع الی الخوارج فلکنی رایت

الادلتہ العلمیہ علی العکس۔(۸۱)

(میں نے بہت کوشش کی کہ وضع کی نسبت خوارج کی طرف کرنے کی کوئی دلیل مل جائے، لیکن علمی دلائل اس کے برعکس ہیں)۔

محدث شمس الحق ڈیانوی "عون المعبود" میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ فانہ حدیث باطل لا اصل لہ وقد حکی زکریا الساجی عن یحیی بن معین انہ قال ھذا حدیث وضعتہ الزنادقتہ۔(۸۲) (یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ زکریا ساجی نے یحییٰ بن معین سے بیان کیا ہے کہ اس کو زنادقہ نے وضع کیا ہے)۔

علامہ طاہر پٹنی نے علامہ خطابی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ زنادقہ کی وضع کردہ حدیث ہے۔(۸۳)

صحیح بخاری میں خارجی رواۃ :

امت مسلمہ کے تمام محدثین و فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری کے تمام راوی عادل اور ثقہ ہیں۔ ان میں دو خارجی راوی ہیں۔ سطور ذیل میں ہم ان دونوں کی حیثیت اور امام بخاری کے ان سے روایت لینے پر مفصل تبصرہ کرتے ہیں تاکہ یہ بات کھل کر سامنے آسکے کہ انہوں نے خوارج کو کس سیاق میں اپنی کتاب میں جگہ دی اور کیوں؟

پہلا راوی عمران بن حطان :

امام ابن القیسرانی ان کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عمران بن حطان السدوسی سمع عائشہ و ابن عمرو ابن عباس روی عنہ یحیی بن ابی کثیر فی اللباس عند البخاری۔(۸۴) (اس نے عائشہ ابن عمر، ابن عباس سے سماع کیا ہے، اس سے یحییٰ بن ابی کثیر نے روایت کیا۔ بخاری کی کتاب اللباس میں حدیث ہے)۔ ابوالولید الباجی نے بھی تقریباً" اس قسم کے الفاظ لکھ کر حدیث بیان کی ہے۔(۸۵) امام بخاری کے اس سے روایت لینے کے بارہ میں ہم مندرجہ ذیل نکات قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اولاً" : ایک رائے کے مطابق امام موصوف نے اس سے خارجی نظریات اپنانے سے پہلے روایت کی ہے۔ جیسا کہ دیگر محتاط و غیرموثوق رواۃ کے بارے میں امام بخاری کا طرہ امتیاز ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، رأیت بعض الائمہ یزعم ان البخاری انما اخرج لہ ماحمل

عنہ قبل ان یری رای الخوارج۔(٨٦) (امام بخاری نے ان سے خوارج کا نظریہ اپنانے سے قبل بیان کی گئی حدیث بیان کی ہے)۔

ثانیاً : اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے دوسری رائے امام ابو زکریا الموصلی سے اس طرح نقل کی ہے۔

ذکر ابو زکریا الموصلی فی تاریخ الموصل عن محمد بن بشیر العبدی الموصلی قالہ لم یمت عمران بن حطان رحتی جع عن رای الخوارج۔ (ابو زکریا الموصلی نے تاریخ موصل میں لکھا ہے کہ بشر العبدی الموصلی نے کہا: عمران بن حطان نے وفات سے قبل خوارج کے عقیدہ سے رجوع کرلیا تھا)۔

اس رائے کو پسندیدہ قرار دیتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ھذا احسن ما یعتذر بہ عن تخریج البخاری لہ ۔(٨٧) (یہ اس لحاظ سے امام بخاری کے اس سے حدیث روایت کرنے کیلئے بہترین عذر ہے)۔

حافظ ابن حجر مزید فرماتے ہیں کان من المعروفین فی منھب الخوارج و کان قبل ذلک مشھورا فی طلب العلم الحدیث ثم ابتلی۔(٨٨) (خوارج کے مذھب میں معروف آدمی تھا۔ اس عقیدہ سے قبل طلب علم اور طلب علم حدیث میں مشہور تھا پھر آزمائش میں مبتلا ہوگیا)۔

ثالثاً : اگر ہم مذکورہ بالا دونوں آراء سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے خارجی تسلیم کر بھی لیں تو امام بخاری کے سامنے تمام روایت کے بارے میں ان کی صدق و ثقاہت ملحوظ ہوتی ہے جیسا کہ ابن اصلاح کے قول میں لکھا جاچکا ہے۔

رابعاً : مزید براں ہمیں اس راوی کے خارجی نظریات اپنانے کا ایک ایسا سبب معلوم ہوا ہے جو اس کی خارجی نظریات میں متزلزل ہونے پر دلیل ہے۔

عن ابن سیرین قال تزوج عمران امراۃ من الخوارج لیردھا عن منھبھا فنھبت بہ۔ (٨٩) امام ابن سیرین سے روایت ہے کہ عمران نے ایک خارجی عورت سے شادی کی تاکہ اس کے عقیدہ کو بدلے لیکن وہ اس کو اپنے ساتھ ملا لے گئی)۔

چنانچہ مختلف ائمہ کی رائے ملاحظہ ہو۔

١ ۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ عمران بن حطان السدوسی عن عمر و ابی موسی و جمع و عنہ قتادہ و محارب بن دثار وعدۃ و ثق و کان خارجیا"۔(٩٠) (عمران نے عمرؓ ابوموسیٰ اور ایک

جماعت سے حدیث روایت کی۔ اس سے قتادہ، محارب بن دثار اور کئی لوگوں نے روایت کی ہے یہ ثقہ راوی تھا لیکن خارجی تھا)

۲ ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ رمی برای القعدیتہ من الخوارج۔(۹۱) (اس پر خوارج کے فرقہ قعدیہ سے تعلق رکھنے کا الزام ہے) قعدیہ فرقہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کانوا یقولون بقولھم ولا یرون الخروج بل یزینونہ۔(۹۲) (یہ لوگ انہی (خوارج) کا سا عقیدہ رکھتے تھے لیکن بغاوت کے قائل نہ تھے بلکہ صرف اس کو جائز سمجھتے تھے)۔

۳ ۔ حافظ ابن حجر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ قد وثقہ العجلی وقال قتادۃ لا یتھم فی الحدیث و قال ابو داؤ د لیس فی اھل الاھواء اصح حدیثا من الخوارج ثم ذکر عمران بن حطان ھذا وغیرہ۔(۹۳) (عجلی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں حدیث کے بارے میں اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابوداؤد نے کہا ہے اھل بدعت میں خوارج سے بڑھ کر صحیح حدیث بیان کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عمران بن حطان اور دیگر لوگوں کا ذکر کیا)۔

۴ ۔ امام عجلی کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

عمران بن حطان بصری تابعی ثقتہ۔(۹۴) (عمران بن حطان بصری ثقہ تابعی تھا) اب امام بخاری کے ہاں اس کی روایت بالتفصیل ملاحظہ ہو۔

حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا عثمان بن عمر تال حدثنا علی بن المبارک عن یحیی بن ابی کثیر عن عمران بن حطان قال سئالت عائشہ عن الحریر فقالت ائت ابن عباس فسئالتہ فقال سل ابن عمر فسئالت ابن عمر فقال اخبر نی ابو حفص یعنی عمر بن الخطاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما یلبس الحریر فی الدنیا من لاخلاق لہ فی الاخرۃ فقلت صدق و ما کذب ابو حفص علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال عبداللہ بن رجاء حدثنا حرب عن یحیی قال حدثنی عمران وقص الحدیث۔(۹۵) (عمران بن حطان روایت کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ سے ریشم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ابن عباس سے پوچھو۔ ان سے جاکر پوچھا تو انہوں نے فرمایا ابن عمر سے پوچھو۔ میں نے ابن عمر سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ابو حفص یعنی عمر بن الخطاب نے مجھے بتایا رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا۔ دنیا میں ریشم وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ میں نے کہا اس نے سچ کہا۔

ابو حفص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہ باندھا۔ عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا۔ حرب نے یحیٰی سے روایت کیا اس نے کہا مجھے عمران نے حدیث بیان کی اور پوری حدیث بیان کردی)۔

اس روایت کو بیان کرنے سے قبل امام بخاری نے اس کے ہم معنی پانچ روایات بیان کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت متابعات میں سے ہے۔ اس طرح دیگر محدثین نے بھی اس کی ہم معنی روایات دیگر رواۃ سے بیان کی ہیں۔(۹۶) اس وجہ سے حافظ ابن حجر اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: قلت لم یخرج لہ البخاری سوی حدیث واحد۔(۹۷) (امام بخاری نے اس سے صرف ایک روایت بیان کی ہے)۔

پھر اس روایت کو بیان کرکے فرماتے ہیں: و ھذا الحدیث انما اخرجہ البخاری فی المتابعات فللحدیث عندہ طرق غیر ھذا من ر وایتہ عمر وغیرہ وقد رواہ مسلم من طریق اخری عن ابن عمر وغیرہ و قد رواہ مسلم من طریق اخری نحوہ ۔(۹۸) (امام بخاری نے اس حدیث کو متابعات میں بیان کیا ہے۔ ان کے ہاں اس حدیث کی اور بھی سندیں حضرت عمر وغیرہ سے ہیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اور سند سے ابن عمر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اور سند سے ایک اور روایت اسی طرح کی لکھی ہے)

امام ذہبی عمران کے متعلق فرماتے ہیں: فکان عمران صدوق فی نفسہ ۔(۹۹) (عمران فی نفسہ سچا آدمی ہے) ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔

۱ ۔ عمران بن حطان نے خارجی عقیدہ سے رجوع کرلیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے امام بخاری کے اس روایت لینے کا بہت بڑا جواز قرار دیا ہے۔

۲ ۔ ابن حبان اور عجلی جیسے نقاد نے اس کو ثقہ شمار کیا ہے۔

۳ ۔ ایک رائے کے مطابق امام بخاریؒ نے اس سے خوارج کا عقیدہ اپنانے سے قبل روایت کیا ہے۔

۴ ۔ امام عالی مقام نے اس کی روایت کو مستقل حیثیت نہیں دی بلکہ متابعات میں بیان کیا ہے۔

۵ ۔ محدثین کی شرائط کا خیال رکھتے ہوئے ایسی روایت بیان کی ہے جس کا اس کے نظریہ اور عقیدہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

۶ ۔ ایسی روایت ہے جس کے ہم معنی اور تائید میں تقریباً" تمام کتب احادیث میں روایات موجود ہیں۔

۷ ۔ اس کا تعلق جتنا بھی رہا یا تھا وہ خوارج کے ایک معتدل فرقہ سے تھا۔

۸ ۔ حدیث کے معاملہ میں متہم نہ تھا۔

۹ ۔ خارجی عورت سے شادی کرنے کے لئے خوارج کی طرف رجحان کیا تاکہ اس کا عقیدہ بدل سکے۔

دوسرا راوی ولید بن کثیر

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: الولید بن کثیر بن یحیی المدنی رمی برا ی الاباضیتہ من الخوارج۔(۱۰۰) (اس پر خوارج کے فرقے اباضیہ میں سے ہونے کا الزام ہے) دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ الولید بن کثیر المخزومی ابو محمد المدنی نزیل کوفتہ فہ و ثقہ ابراھیم بن سعد و ابن معین و قال ابن سعد لیس بذاک و قال الساجی: قد کان ثقہ ثبتا یحتج بحدیثہ ولم یضعفہ احدا انما عابوا علیہ الرأی و قال الاجری عن ابی داو د ثقتہ الا انہ اباضی قلتہ: الا باضیتہ فرقتہ من الخوارج لیست مقالتھم شدیدۃ الفحش ولم یکن الولید داعیتہ و اللہ اعلم۔(۱۰۱) (ولید بن کثیر کوفہ کا رہنے والا تھا۔ ابراہیم بن سعد اور ابن معین نے اس کو ثقہ کہا۔ ابن سعد نے کہا ہے کوئی اتنا بڑا آدمی نہ تھا۔ ساجی نے کہا ہے وہ ثقہ اور قابل اعتماد آدمی تھا۔ اس کی حدیث قابل حجت ہے۔ کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا۔ اس کی خامی صرف یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل رائے میں سے تھا۔ آجری نے کہا ہے کہ ابوداؤد کہتے ہیں وہ ثقہ آدمی ہے البتہ اباضی ہے۔

میں (حافظ ابن حجر) کہتا ہوں۔ اباضیہ خوارج کا ایسا فرقہ ہے ان کے نظریات سخت نہیں تھے جہاں تک ولید کا معاملہ ہے وہ اپنے مذھب کا داعی بھی نہ تھا)۔

امام عبدالرحمٰن الرازی فرماتے ہیں ر وی عن محمد بن کعب ر وی عنہ عیسی بن یونس و ابراہیم بن سعد و ابو اسامہ سمعت ابی یقول ذلک ۔(۱۰۲) (میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ اس نے محمد بن کعب سے روایت کیا' عیسیٰ بن یونس اور ابراھیم بن سعد اور ابواسامہ اس کے شاگردوں میں سے ہیں)۔ الحافظ الذھبی کے ہاں ابن حجر کے قول کے ساتھ

یہ اضافہ بھی ہے۔ ثقتہ صدوق۔ حدیثہ فی الصحاح سمع سعید بن ابی هندوالکبار۔(۱۰۳) (ثقہ اور نہایت سچا آدمی تھا' اس کی احادیث صحاح میں ہیں۔ اس نے سعید بن ابی ہند اور بڑے علماء سے سماع کیا)۔ ابراہیم بن سعد کہتے ہیں۔ کان الولید بن کثیر ثقتہ متتبعا للمغازی حریص علی علمها۔(۱۰۴) (ولید بن کثیر ثقہ تھا علم غزوات کا متلاشی اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں حریص تھا)۔

امام الباجی ان کے متعلق فرماتے ہیں الولید بن کثیر ابو محمد المخزومی المد نی اخرج البخاری فی الاطمعتہ و الخمس و الشرب و غیرموضع عن ابن عیینتہ و ابراهیم بن سعد عنہ عن بشیر بن یسار و وهب بن کیسان و محمد بن عمرو بن حلحلہ۔ مات بالکوفہ سنہ احدی و خمیس و مائتہ۔(۱۰۵) (امام بخاری نے اس سے اطعمتہ خمس اور دیگر ابواب میں روایت کی ہے۔ ابن عیینہ اور ابراہیم بن سعد اس سے روایت کرتے ہیں جبکہ وہ بشیر بن یسار وھب بن کیسان اور محمد بن عمرو بن حلحلہ سے روایت کرتا ہے۔ کوفہ میں ۱۵۱ھ میں فوت ہوا)۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کے سترہ اساتذہ اور پانچ شاگردوں کے نام لکھے ہیں۔ مزید یہ کہ عیسیٰ بن یونس نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابراہیم بن سعد نے بھی ثقہ کہا ہے۔

ابن عیینہ نے صدوق (بہت سچا) کہا۔ ابن معین نے ثقہ کہا۔ ابوداؤد نے کہا ہے ثقہ ہے مگر اباضی ہے۔ ابن سعد نے کہا ہے سیرۃ اور مغازی کا علم رکھتا ہے اس نے احادیث روایت کی ہیں۔ اتنا کوئی بڑا آدمی نہ تھا' (لیس بذاک) عیسیٰ بن یونس نے کہا کان متقنافی الحدیث (حدیث میں مستحکم تھا) ساجی نے کہا ہے صدوق ثبت یحتج بہ (ثقہ اور سچا ہے اس سے حدیث میں حجت لی جاتی ہے)۔

ابن معین نے اسے ثقہ (قابل اعتماد) کہا اور لاباس بہ (مناسب) قرار دیا۔ ساجی نے مزید کہا کان اباضیا ولکنہ کان صدوقا"۔(۱۰۶) یہ اباضی تھا لیکن انتہائی سچا شخص تھا) ابن القیسرانی نے لکھا ہے اس سے بشیر بن یسار' وھب بن کیسان' محمد بن عمرو بن حلحلہ کے حوالے سے بخاری و مسلم میں روایت ہے۔ محمد بن کعب' سعید بن ابی ہند' محمد بن عمرو بن عطا' سعید المقبری' ابراہیم بن عبداللہ بن حنین' عبیداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ نافع اور معبد بن کعب کے حوالے سے مسلم میں روایات ہیں اس سے سفیان بن عیینہ ابواسامہ اور ابراہیم بن سعد کے

حوالے سے صحیحین (بخاری و مسلم) میں روایت ہے۔ عیسی بن یونس سے صرف مسلم میں ہے۔(۱۰۷) امام ذھبی الکاشف میں فرماتے ہیں: قال ابو حاتم یکتب حدیثہ۔(۱۰۸) (اس کی حدیث لکھ لی جائے) ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس سے ایک حدیث بھی بیان کی ہے۔(۱۰۹) صحیح البخاری میں اس کی ایک حدیث کتاب الجهاد باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم الخ میں ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

حدثنا سعید بن محمد الجرمی حدثنا یعقوب بن ابراهیم حدثنا ابی ان ا لولید بن کثیر حدثه عن محمد بن عمرو بن حلحلته الدؤلی حدثه ان ابن شهاب حدثه ان علی بن حسین حدثه انهم حین قدموا المدینه من عند یزید بن معاویته مقتل حسین بن علی لقیه المسور بن مخرمته فقال له هل لک الی من حاجته تامرنی بها فقلت له لا قال له فهل انت معطی سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی اخاف ان یغلبک القوم علیه و ایم الله لئن اعطیتنه لا یخلص الیهم احد حتی تبلغ نفسی۔ ان علی ابن ابی طالب خطب ابنته ابی جهل علی فاطمه فسمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطب الناس فی ذلک علی منبره هذا و انا یومئذ محتلم فقال ان فاطمه منی و انا اتخوف ان تفتن فی دینها ثم ذکر صهرا" له من بنی عبدشمس فاثنی علیه معاهرته ایاه قال حدثنی فصدقنی و وعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن والله لاتجتمع بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم و بنت عدو الله ابدا۔(۱۱۰)

(علی بن حسین نے بیان کیا کہ جب میں یزید بن معاویہ کے ہاں سے حسین بن علی کے شہید ہونے کے بعد مدینہ آیا مسور بن مخرمہ نے مجھ سے کہا کہ آپ کو کوئی مجھ سے حاجت (کام) ہے تو کہہ دو تو میں نے کہا نہیں اس نے کہا آپ مجھے رسول اللہ صلعم کی تلوار عنایت کر دیں مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ آپ پر غالب آجائیں گے۔ اللہ کی قسم! "اگر آپ نے مجھے تلوار دیدی تو اس کو جب تک میں زندہ ہوں کوئی نہ لے سکے گا۔ علی بن ابی طالب نے حضرت فاطمہ کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی سے منگنی کرنا چاہی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر لوگوں کو خطبہ دیتے سنا جبکہ میں بالغ تھا اور انہوں نے کہا "فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں پھر انہوں نے بنی عبدشمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا۔ اس کی تعریف کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اس نے مجھ سے

بات کی تو اس کو سچ کر دکھایا اس نے مجھ سے وعدہ کیا تو اسے پورا کیا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن رسول اللہؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔)

یہی حدیث انہیں الفاظ میں معمولی تغیر کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ تمام سند وہی ہے تاہم امام بخاری کے استاد سعید بن محمد الجرمی ہیں جبکہ امام مسلم کے استاد امام احمد بن حنبل ہیں۔(۱۱۱) اس حدیث کو دو مزید طرق سے امام مسلم نے مکرر روایت کیا ہے۔(۱۱۲) یہ روایت دیگر رواۃ سے ابن ماجہ میں بھی مروی ہے لیکن سنن ابی داؤد میں تمام رواۃ صحیح مسلم کے ہیں۔(۱۱۳) صحیح بخاری میں اس سے دوسری روایت کتاب الاطعمہ میں ان الفاظ سے ہے۔

حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیان قال الولید بن کثیر اخبرنی انہ سمع وھب بن کیسان یقول انہ سمع عمر بن ابی سلمتہ یقول کنت غلاما" فی حجر رسول اللہ و کانت یدی تطیش فی الصحفتہ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا غلام سم اللہ وکل بیمینک و کل مما یلیک فما زالت تلک طعمتی بعد ۔(۱۱۴) (عمر بن ابی مسلمہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی پرورش میں تھا۔ میرا ہاتھ پلیٹ (کھانے کی) میں گھوم رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لڑکے اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے سے کھا۔ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح کھاتا رہا)۔ یہی روایت امام مسلم نے ولید بن کثیر سے روایت کی ہے اس میں امام مسلم کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن عمر ہیں۔ سفیان بن عیینہ سے قبل سفیان اور ابوبکر کا واسطہ ہے باقی سند وہی ہے۔(۱۱۵) اسی روایت کے ہم معنی روایت دیگر رواۃ سے اس سے اگلے باب الاکل مما یلیہ میں امام بخاری نے روایت کی ہے۔(۱۱۶) اس روایت سے ملتی جلتی روایات امام مسلم نے اس روایت سے پہلے اور بعد میں بیان کی ہیں۔(۱۱۷) ولید بن کثیر کی صحیح بخاری والی روایت آخری جملہ کے علاوہ سنن ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔(۱۱۸) یہی روایت دیگر رواۃ سے سنن الترمذی میں بھی ہے۔(۱۱۹) یہی روایت دیگر رواۃ سے سنن ابی داؤد میں بھی ہے۔(۱۲۰)

مذکورہ بالا امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ:

۱۔ ولید بن کثیر ثقہ راوی ہے۔ اس کی حدیث قابل حجت ہے۔

۲۔ کسی نے اس کو ضعیف نہیں لکھا۔

۳۔ ان کا تعلق خوارج کے اباضی فرقہ سے ہے جو کہ میانہ روی اختیار کرنے والا ہے۔

۴۔ یہ اپنے مذہب کا داعی نہیں تھا۔

۵۔ یہ انتہائی سچا آدمی تھا۔

۶۔ علم کا متلاشی تھا۔

۷۔ اس کے اساتذہ اور تلامذہ میں کبائر محدثین کی ایک جماعت شامل ہے۔

۸۔ اس کی بیان کردہ احادیث کا تعلق اس کے عقیدہ سے نہیں ہے۔

۹۔ صحیح بخاری میں روایت کردہ احادیث اس راوی سے دیگر کتب حدیث میں بھی ہیں۔

۱۰۔ صحاح میں اس راوی کی اور احادیث بھی ہیں۔

۱۱۔ بخاری میں بیان کردہ احادیث کی تائید دیگر کتب احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

۱۲۔ بڑے بڑے نقاد محدثین نے اس سے روایت لکھنے کا لکھا ہے۔

الحواشی

۱ ۔ قرآن مجید، الحجر ۹ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

۲ ۔ عبدالرحمٰن، السخاوی، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، ۲۲۔ فقد قال ابن المد ینی لمن مسئلہ
عن ابیہ سلوا عنہ غیری فاعادوا المسئلتہ ثم رفع رأسہ فقال ہوالد ین؟ انہ ضعیف۔

۳ ۔ ایضاً، وکان وکیع بن الجراح لکون والدہ کان علی بیت الحال یقرن معہ آخر اذا روی
عنہ۔ و قال ابو داؤ د صاحب السنن ابنی عبداللہ کذاب مع تاویلنا لہ فی بذل الجہود، و نحوہ قول
النہبی فی ولدہ ابی ہریرہ انہ حفظ القران ثم تشاغل عنہ حتی نسیہ ۔

۴ ۔ (ا) تقی الدین بن دقیق العید، الاقتراح فی بیان الاصطلاح، ۱۱۔
(اا) جمال الدین القاسمی، الجرح و التعدیل، ۶۔

۵ ۔ القاسمی، الجرح و التعدیل، ۵ ۔

۶ ۔ ایضاً، ۷۔

۷ ۔ ابن دقیق العبد، الا قتراح ۵۵۔

۸ ۔ مجدالدین فیروز آبادی، القاموس المحیط، ج ۱، ۱۸۵۔

۹ ۔ محمد مرتضی الزبید ی، تاج العروس من جواہر القاموس ج، ۲، ۳۰
... سموا بہ لخروجہم عن الناس اوعن الدین اوعن الحق اوعن علی کرم اللہ وجہہ بعد صفین۔

۱۰ ۔ المنجد اللغتہ و الاعلام، ۱۷۲۔

۱۱ ۔ عبدالقاہر بغداد ی، کتاب الملل و النحل، ۵۹-۶۰۔

۱۲ ۔ عبدالقاہر بغداد ی، الفرق بین الفرق، ۷۴-۷۵۔
یقال للخوارج محکمتہ وشراہ ... ان الخوارج بعد رجوع علی من صفین الی الکو فتہ الخاذوا الی
الحروراء وہم یومئذ اثنا عشر الفا وللذ لک سمیت الخوارج حرو ریتہ۔

۱۳ ۔ مثلاً (ا) ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاو ی، مصباح اللغات ۱۹۲ خوارج باغی لوگ، جماعت سے نکلے
ہوئے لوگ۔

(اا) ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب، ج ۲، ۲۵۱
والخوارج و الحروریتہ و الخارجیتہ طائفتہ منہم لزمہم ہذا الاسم لخروجہم عن الناس
التہذیب و الخوارج قوم من اہل الاہواء لہم مقالتہ علیحدۃ

(ااا) محمود الذ ہبی، البینات فی الرد علی اباطیل المرجمات۔۲۰۸ الخوارج جمع خارج و
ہو الذ ی خلع طاعتہ الامام الحق و اعلن عصیانہ و الب علیہ و ہو الباغی عند علماء الشریعتہ و
الخوارج طائفتہ من الشیعتہ خرجت علی الامام علی رضی اللہ تعالی عنہ بعد ان قبل بالتحکیم
کما ہو معروف فی کتب التاریخ۔

(iv) E.W. Lane, Arabic English Lexicon, 2, 720.
الخوارج is the appelation of a party of those following erroneous opinions, they are the حروریة and the خارية are a sect of them; and they, consist of seven seets. They are so called because they went forth or against the rest of the people; or from the religion or from the truth; or from Ali after the battle of Siffin.

۱۴ ۔ قرآن مجید، النساء ۱۰۰۔

۱۵ - قرآن مجید ، البقرہ ، ۲۰۷۔ احمد امین مصری، فجر الاسلام، ۲۵۷۔

۱۶ - قرآن مجید، الاحزاب، ۲۱ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

۱۷ - قرآن مجید، التوبۃ، ۵۸۔

۱۸ - البغوی، ابومحمد حسین بن مسعود، معالم التنزیل ج-۲، جز نمبر ۳، ۱۰۷، جلالین ج ۱، ۱۶۱ کے حاشیہ میں ہے هو اصل الخوارج۔

۱۹ - معالم التنزیل ج ۲ جز نمبر ۳ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸۔

۲۰ - (I) ایضاً

(II) البخاری - الجامع الصحیح۔ ج ۲، ۱۰۲۴۔ کتاب استتابۃ المعاندین۔

(III) مولانا وحید الزمان (مترجم) صحیح بخاری، ج-۶، ۳۹۸۔ میں فرماتے ہیں۔ یہ اس سونے کی تقسیم تھی جو ۹ھ میں حضرت علیؓ نے یمن سے بھیجا تھا۔

(IV) صحیح بخاری میں مزید اس کی تفصیل ہے۔ ج ۲، ۱۱۰۵۔ وہاں بھی اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری ہی ہیں۔ حضرت علیؓ نے یمن سے سونے کی ڈلی بھیجی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب کیلئے اقرع بن حابس الحنظلی، عیینہ بن حصن بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ العامری اور زید الخیل الطائی میں تقسیم کر دیا تو اس بدبخت نے ان الفاظ میں اعتراض کیا تھا۔ یامحمدؐ! اتق اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہدید کا بھی ذکر ہے۔ امام مسلم نے مختلف سندوں سے اس حدیث کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(V) مسلم، الجامع الصحیح، ۱ ، ۳۶۰-۳۶۱۔ حضرت عمرؓ کے اجازت قتل طلب کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی (اللہ کی پناہ کہ لوگ باتیں کریں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں)

(VI) المبرد نے بھی اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ الکامل، ۳، ۱۰۴۔

۲۱ - شہرستانی۔ الملل و النحل ج ۱ ، ۲۱۔

۲۲ - قاضی ابوبکر بن العربی، العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابۃ بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۸۵-۱۰۶۔ اس کتاب میں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً قال شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فی منہاج السنۃ ج۳، ۱۸۸ کل ذی علم بحال عثمان یعلم انہ لم یکن ممن یامر بقتل محمد بن ابی بکر ولا امثالہ ولا عرف منہ قط انہ قتل احدا من هذا الضرب وقد سعوا فی قتلہ (ای فی قتل امیر المومنین عثمان) (العواصم من القواصم ص ۸۶)۔

۲۳ - ملاحظہ ہو۔ محمد محمد ابو زہو، الحدیث و المحد ثو ن، ۸۳۔

۲۴ - شہرستانی، الملل و النحل، ج ۱، ۱۱۴۔ (الفصل الرابع فی الخوارج)

۲۵ - ابو عمر یوسف بن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضلہ ج۲، ۱۲۷۔

۲۶ - قرآن مجید ، النساء ، ۳۵۔

۲۷ - ایضاً ، المائدہ ، ۹۵۔

۲۸ - ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۱۲۷، ۱۲۸ (مکمل تفصیل)

۲۹ - معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ۱، ۳۶۱-۳۶۷۔

۳۰ - ندوی، تاریخ اسلام، ۱، ۳۷۷۔

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری‘ الامامہ و السیاسیہ‘ ج ا‘ ۱۵۹ عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کرنے کی حامی بھری۔ تبان بن عبداللہ النعیمی نے حضرت معاویہؓ کو شہید کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ نازویہ جس کا نام عمرو بن بکر تھا نے حضرت عمرو بن العاص کو شہید کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

۳۱ - ندوی‘ تاریخ اسلام ج ۲‘ ۲۵‘ ۲۷ (مکمل تفصیل)

۳۲ - (۱) ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم‘ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز‘ ص‘ ۱۳۷‘ ۱۴۲ (اس کتاب میں ان کے خوارج سے مناظرات اور خط و کتابت کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔)

(۱۱) عبدالعزیز سید الاھل‘ الخلیفتہ الزاھد عمر بن عبدالعزیز‘ ص‘ ۱۸۰

فلم یزل عمر یرفق بھم حتی اخذ علیھم و رضوا منہ ان یرزقھم و یکسوھم مابقی فخر جوا علی ذلک۔

(۱۱۱) ابن قتیبہ‘ الامامہ و السیاسیہ ج۲‘ ۱۱۸۔ ۱۲۰ (تفصیل سے)

۳۳ - بطور مثال تفصیل ملاحظہ ہو‘ ندوی‘ تاریخ اسلام‘ ج ۲‘ ۹۹‘ ۲۹۰‘ ۳۷۰‘ ج ۳‘ ۲۷۹‘ ۲۹۸۔

۳۴ - (۱) عبدالقاهر بغدادی‘ کتاب الملل و النحل‘ ۵۷‘ ۸۲۔

(۱۱) ایضاً ‘ بغدادی الفراق بین الفرق‘ ۷۲۔ ۱۱۳۔

(۱۱۱) ابو نصر عمر‘ تاریخ خوارج‘ ۱۹۶۔۲۲۸ (تینوں کتب میں تمام فرقوں کا تفصیل سے ذکر ہے)

۳۵ - مبرد ‘ الکامل ‘ ۲ ‘ ۱۰۱۔

۳۶ - غلام احمد حریری‘ تاریخ تفسیر و مفسرین‘ ۵۱۱۔

۳۷ - ایضاً -

۳۸ - احمد امین مصری‘ فجر الاسلام‘ ۲۶۳ ابن عباس نے جو دیکھا اس کی تصویر یہ ہے۔ رای عنھم جباھا قرحتہ لطول السجود و اید یا کثفنات الابل علیھم قمص مرحضتہ و ھم مشمرون۔ اس کتاب میں مزید تفصیل بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۳۹ - فجر الاسلام ۲۶۳۔ ۲۶۴ میں اس سلسلے میں تفصیلی واقعات موجود ہیں۔

۴۰ - حریری ‘ تاریخ تفسیر و مفسرین‘ ۵۰۵۔ ۵۰۶ (قدرے اختصار کے ساتھ کتاب میں ۴ نکات کی تفصیل ہے)۔

۴۱ - (۱) ابو الحسن الاشعری۔ مقالات الاشعریین - ۹۱ (ترجمہ اردو محمد حنیف ندوی بنام مسلمانوں کے عقائد و افکار)

(۱۱) ابو منصور عبدالقاهر بغدادی۔ اصول الدین ۳۳۲۔

(۱۱۱) ابو منصور‘ کتاب الملل و النحل‘ ۵۸۔

۴۲ - مقالات الاشعریین‘ ۹۱ (اردو ترجمہ)

(۱۱) ابومنصور بغدادی‘ کتاب الملل و النحل‘ ۵۸ ... و تکفیر کل من ارتکب کبیرہ -

۴۳ - مقالات الاشعریین (مسلمانوں کے عقائد و افکار)‘ ۹۲۔

۴۴ - ایضاً ‘ ۱۳۷۔

۴۵ - (۱) احمد امین مصری‘ ضحی الاسلام ج ۳‘ ۳۳۰۔

(۱۱) عبدالقاهر بغدادی‘ کتاب الملل و النحل‘ ۵۸۔

۴۶ - احمد امین مصری‘ فجرالاسلام‘ ۲۵۸ - ۲۵۹۔

اهل سنت حدیث الائمته من قریش کی وجہ سے قریش کو بہتر سمجھتے ہیں۔

۴۷ - فجر الاسلام، ۲۵۸۔

۴۸ - شرح العقیده الطحاویته، ۳۷۰۔

۴۹ - ارشاد ربانی ہے ان تجتنبوا کبائر ماتنهون عنه نکفر عنکم سیاتکم و ندخلکم مد خلا کریما(النساء، ۳۱)

(تم بڑے گناہوں سے بچو جن سے تم کو منع کیا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری چھوٹی برائیوں کو خود دور کر دیں گے اور تمہیں مقام عزت (جنت) میں داخل کریں گے) کبیرہ گناہوں کی تفصیل کے لئے

(i) تہذیب الاثار جلد ۴، ص ۱۸۴۔ ۱۹۵

(ii) شرح العقید الطحاویۃ، ۳۷۰ - ۳۷۳ -

(iii) عبدالقادر عارف حصاری، نبوی جواهر در ذکر کبائر ملاحظہ کریں۔

۵۰ - شرح عقیدہ طحاویۃ ص، ۳۷۰۔

۵۱ - عبدالکریم شهرستانی۔ الملل و النحل، ۱، ۱۱۵۔

۵۲ - ایضاً، ۱۳۲ -

۵۳ - ایضاً، ۱۳۸ -

۵۴ - ایضاً، ۱۳۶ -

۵۵ - ابن حزم، ابومحمد، کتاب الفصل فی الملل و الاهواء و النحل، ۴، ۱۹۱۔

۵۶ - ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، تهذیب الآثار، ج ۴، ۱۸۴۔

امام بخاری نے صحیح بخاری مع فتح الباری، ۵، ۲۶۲، میں قول الزور کی بجائے شہادہ الزور کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔

صحیح بخاری میں اسی جگہ ایک اور روایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے ہے۔ جس میں آنحضرتؐ نے کبیرہ گناہوں اشراک باللہ، والدین کی نافرمانی کا ذکر فرمایا جبکہ آپ تکیہ زن تھے۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا الا و قول الزور (خبردار جھوٹی بات) حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔ آپ بار بار ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہماری خواہش تھی آپ خاموش ہو جائیں۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی ہے۔

(I) مسلم، الجامع الصحیح، ۱، ۸۴۔

(II) احمد بن حنبل، المسند، ۳، ۱۳۱، ۱۳۴۔

(III) ابوعوانه یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، المسند، ۱، ۵۴۔

(IV) النسائی، عبدالرحمن بن شعیب، السنن، ۲، ۲۴۹۔

۵۷ - شهرستانی، الملل و النحل، ۱، ۱۲۴۔

۵۸ - ابومحمد علی بن حزم الاندلسی (ف ۴۵۶) کتاب الفصل فی الملل و الاهواء و النمل ج ۴۔ ۱۹۰۔ مزید رقمطراز ہیں وکذالک ایضاً فی الکبائر و ان من عمل من الکبائر غیر مصر علیها فهو مسلم وقالوا جائز ان یعذ ب الله المومنین بذ نو بهم لکن فی غیرالنار و اما فی النار و قالوا اصحاب الکبائر منهم لیسوا لکفارا اصحاب الکبائر من غیر هم کفار۔

۵۹ - المبرد، الکامل، ۳، ۸۶۔

محمود الزعبی، البینات ۲۰۸ یقول ابن تیمیه لیس فی اهل الاهواء اصد ق ولا اعدل من

الخوارج ڈاکٹر مصطفی السباعی نے السنۃ و مکانتها فی التشریع الاسلامی، ۸۱، ۸۲، میں یہ لکھا ہے فقد ذکر العلماء هنا بان اقل الفرق الاسلامیۃ کذ با هی فرقۃ الخوارج الذین خرجوا علی علی بعد قبولہ التحکیم و یرجع قلۃ کذ بهم الی انهم یرون کفر مرتکب الکبیرہ علی ماهو المشهور عنهم او مرتکبی الذ نوب مطلقا کما حکاہ الکعبی فما کانوا یستحلون الکذ ب ولا الفسق۔

۶۰ - ابو عمر یوسف بن عبدالبر، التمهید لما فی الموطا من المعانی و الا سانید، ا، ۴۳۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں من قال علی ما لم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار۔ ملاحظہ ہو ملا علی قاری، نورالدین علی بن محمد بن سلطان، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ۶۷۔

۶۱ - ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعۃ ۳۹ - ۴۲۔

۶۲ - الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ۔ ۳۹۵۔

۶۳ - الاسرار المرفوعۃ ۶۸، قال شیخ مشائخنا الحافظ جلال الدین السیوطی لا اعلم شیئا" من الکبائر قال احد من اهل السنۃ بتکفیر مرتکبہ الا الکذ ب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۴ - احمد بن ابی بکر الخطیب البغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ۱۴۳۔

۶۵ - ابوعمر یوسف بن عبدالبر، التمهید، ا، ۴۳۔

۶۶ - الشافعی، الرسالۃ، ۳۹۷، ۳۹۸۔

۶۷ - ایضا" ۳۹۸۔

۶۸ - ابن حجر، احمد العقلانی، نزهۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ۱۳۲ - ۱۳۳۔ نزھتہ ص ۷۳ ما یکون بسبب تهمۃ الراوی با لکذ ب هوا لمتروک مزید ملاحظہ ہو۔ محمد جمال الدین قاسمی، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث۔ ۱۳۱۔

۶۹ - محمود زعبی، البینات۔ ۱۹۳۔

۷۰ - الخطیب البغدادی، الکفایۃ، ۱۳۰۔ یہ روایت مزید دیکھیں۔ زین الذ ین عبدالرحیمبن الحسین العراقی، التقیید و الا یضاح شرح مقد مۃ ابن الصلاح، ۱۵۰۔

۷۱ - الکفایۃ، ۱۲۵۔

۷۲ - محمد محمد ابو زهو، الحدیث والمحد ثون، ۸۸۔

۷۳ - ابوالعباس احمد بن تیمیہ" منهاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ و القد ریۃ ج ا، ۱۵۔ اس کے ساتھ ہی مزید تفصیل اس طرح ہے و اما الرافضۃ، فاصل بدعتهم عن زند قۃ و الحاد و تعمد الکذ ب فیهم کثیر و هم یقرون ذلک حیث یقولون دیننا التقیۃ و هو ان یقول احدهم بلسانہ خلاف مافی قلبہ و هذا هوا الکذ ب و النفاق۔ عبدالغفار حسن، عظمت حدیث، ۳۱۵ میں امام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ (خوارج) قرآن کے علاوہ مفسر قرآن سنت ہی سمجھتے ہیں۔

۷۴ - الحدیث و المحدثون، ۸۷۔

۷۵ - محمود زعبی، البینات، ۲۰۹۔

۷۶ - (I) الخطیب البغدادی، الکفایۃ، ۱۲۳۔

(II) عبدالرحمن ابن الجوزی، کتاب الموضوعات، ا، ۳۹، میں یہ اضافہ ہے۔ سمعت شیخا من

الخوارج تاب و رجع و ھو یقول الخ

(III) السخاوی، عبدالرحمن، فتح المغیث، ۱، ۲۵۸۔

(IV) قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، ۱۳۷۔

(V) السباعی، السنتہ و مکانتها فی التشریع الاسلامی، ۸۲۔

۷۷ - السنتہ و مکانتها، ۷۹۔

۷۸ - ایضاً، ۸۲۔

۷۹ - ایضاً، ۸۳۔

۸۰ - ایضاً، ۸۲ -

۸۱ - ایضاً -

۸۲ - شمس الحق ڈیانوی۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج ۴، ۳۲۹۔

۸۳ - تذکرہ الموضوعات، ۲۸ بحوالہ السنتہ و مکانتها فی التشریع الاسلامی، ۸۲۔

۸۴ - ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی، کتاب الجمع بین رجال الصحیحین ج۱، ۳۸۹۔

۸۵ - ابوالولید الباجی، التعدیل و التجریح، ۳، ۱۰۱۱۔ (محقق ابولبابہ)۔

۸۶ - ابن حجر، ھدی الساری، ۴۳۳ میں مطلق بیان کیا ہے تاہم تہذیب التہذیب میں اسے محل نظر قرار دیا ہے۔

۸۷ - ابن حجر، تہذیب التہذیب - ج ۸، ۱۱۴۔ میں یہ لفظ ہیں و اما قول من قال انہ خرج ما حمل عنہ قبل ان یری ما رای ففیہ نظر۔

۸۸ - ایضاً -

۸۹ - ایضاً -

۹۰ - ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، الکاشف فی معرفتہ من لہ روایتہ فی الکتب السنتہ۔ ۲۔ ۳۰۰۔

اس کے ترجمہ کے لئے مزید دیکھیں۔ ابوعبداللہ الحاکم، بیان تسمیہ من اخبرھم البخاری و مسلم و ما النفرد کل واحد منها ۱۹۹۔

۹۱ - ابن حجر، ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، ۴۶۰۔

۹۲ - ایضاً ۴۳۲ -

۹۳ - ابن حجر، ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، ۴۳۲۔ ۴۳۳۔

۹۴ - ابوالحسن، احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی، معرفتہ الثقات، ۲، ۱۸۹۔

۹۵ - امام بخاری، الجامع الصحیح، ۲، ۸۶۷،

۹۶ - بطور نمونہ - (ا) مسلم، الجامع الصحیح۔ ۲، ۱۹۷ - ۱۹۸۔

(اا) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع الصحیح، ۱، ۲۰۵۔

(ااا) النسائی ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب السنن، ۲، ۲۹۱۔

۹۷ - ھدی الساری، ۴۳۳۔

۹۸ - ایضاً -

۹۹ - الذہبی، میزان الاعتدال، ۳۲، ۲۳۵، یہ بھی اس میں ہے "مات سنتہ اربع و ثمانین۔

۱۰۰ - ہدی الساری، ۴۶۰۔

۱۰۱ - ایضاً، ۴۵۰۔

۱۰۲ - ابو محمد عبدالرحمن ابن ابی حاتم الرازی، کتاب الجرح و التعدیل ج - ۹، ۱۴۔

۱۰۳ - الذہبی، میزان الاعتدال، ۴، ۳۵۴، مزید یہ بھی ہے قال ابوداؤد ثقہ الا انہ اباضی و قال ابن سعد لیس بذلک و قال ابن معین ثقہ۔

۱۰۴ - ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی۔ کتاب الجرح و التعدیل ج-۹، ۱۴۔

۱۰۵ - ابوالولید سلیمان بن حلف، التعدیل و التخریج، ۳، ۱۱۸۹۔

۱۰۶ - ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۱۱، ۱۳۰-۱۳۱۔

۱۰۷ - ابن القیسرانی۔ ابوالفضل محمد، الجمع بین رجال الصحیحین، ۲، ۵۳۶-۵۳۷۔

۱۰۸ - الذہبی الکاشف، ۳، ۲۱۲۔

۱۰۹ - محمد بن حبان، کتاب الثقات، ۷، ۵۴۸۔

۱۱۰ - البخاری الجامع الصحیح۔ ۱، ۴۳۸۔

۱۱۱ - مسلم، الجامع الصحیح۔ ۲، ۲۹۸۔

۱۱۲ - ایضاً -

۱۱۳ - محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن، ۱۴۵۔

ابوداؤد، السنن مع شرح عون المعبود، ۲، ۱۸۵۔

۱۱۴ - بخاری، الجامع الصحیح، ۲، ۸۰۹- ۸۱۰۔

۱۱۵ - مسلم، الجامع الصحیح، ۲، ۱۸۰۔

۱۱۶ - بخاری۔ الجامع الصحیح، ۲، ۸۱۰۔

۱۱۷ - مسلم، الجامع الصحیح، ۲، ۱۸۰۔

۱۱۸ - ابن ماجہ، السنن، ۲۴۲۔

۱۱۹ - الترمذی، السنن، ج ۲، ۷ -

۱۲۰ - ابوداؤد، السنن (مع شرح عون المعبود)، ۳، ۲۱۰۔

* * *